حضور ﷺ نے فرمایا: "البرکۃ مع اکابرکم" برکت تمہارے اکابر کے ساتھ ہیں۔
(رواہ ابن حبان باسناد صحیح)

اشاعت نمبر ۱۹

تحقیقی، علمی و اصلاحی

رسالہ

دِفَاعِ اَسلاف

ہند

فہرست مضامین

* یحیی بن اکثمؒ (م ۲۴۳ھ) کے واقعہ پر اعتراض کی حقیقت
* حدیث: "عليكم بلا إله إلا الله والاستغفار فأكثروا منهما۔" اور " ادخلوا الحبيب إلى حبيبه فإن الحبيب إلى الحبيب مشتاق۔" کی تحقیق۔

زیرِ سر پرستی

مصلح ملت
حضرت مولانا عبید الرحمٰن اطہر صاحب
دامت برکاتھم

یحیی بن اکثمؒ (م ۲۴۳ھ) کے واقعہ پر اعتراض کی حقیقت۔

-مفتی ابو احمد ابن اسماعیل المدنی
-مولانا عبد الرحیم قاسمی
-ڈاکٹر ابو محمد ،شہاب علوی

اعتراض:

اہل حدیث مبلغ ،ڈاکٹر محمد سلیم صاحب کہتے ہیں کہ

مولانا[زکریاؒ] لکھتے ہیں:

یحییٰ بن اَکثمؒ ایک مُحدِّث ہیں، جب ان کا اِنتقال ہوا تو ایک شخص نے اِن کو خواب میں دیکھا، اِن سے پوچھا: کیا گزری؟ فرمانے لگے کہ: میری پیشی ہوئی، مجھ سے فرمایا: اوگنہ گار بوڑھے! تُو نے فلاں کام کیا، فلاں کیا، میرے گناہ گِنوائے گئے، اور کہا گیا: تُو نے ایسے ایسے کام کیے، مَیں نے عرض کیا: یااللہ! مجھے آپ کی طرف سے یہ حدیث نہیں پہنچی؟ فرمایا: اَور کیا حدیث پہنچی؟ عرض کیا: مجھ سے عبدالرزاقؒ نے کہا، اُن سے مَعمرؒ نے کہا، اُن سے زُہریؒ نے کہا، اُن سے عُروہؒ نے کہا، اُن سے حضرت عائشہؓ نے کہا، اُن سے حضورِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا، اُن سے حضرت جبرئیل نے عرض کیا، اُن سے آپ نے فرمایا کہ: جو شخص اِسلام میں بوڑھا ہوا اور مَیں اُس کو (اُس کے اَعمال کی وجہ سے) عذاب دینے کا اِرادہ بھی کروں؛ لیکن اُس کے بڑھاپے سے شرما کر مُعاف کر دیتا ہوں، اور یہ آپ کو معلوم ہے کہ: مَیں بوڑھا ہوں، ارشاد ہوا کہ: عبدالرزاق نے سچ کہا، اور مَعمر نے بھی سچ کہا، زُہری نے بھی سچ کہا، عُروہ نے بھی سچ کہا، عائشہ نے بھی سچ کہا، اور نبی نے بھی سچ کہا، اور جبرئیل نے بھی سچ کہا، اور مَیں نے بھی سچی بات کہی۔ یحییٰ کہتے ہیں کہ: اِس کے بعد مجھے جنت میں داخلے کا ارشاد فرما دیا۔

اس خواب کی سند صرف اتنی ہے کہ 'ایک شخص' نے خواب میں دیکھا، پھر۔۔۔۔(**تبلیغی جماعت کی علمی وعملی کمزوریاں: ص ۱۰۴-۱۰۵**)

الجواب:

ڈاکٹر محمد سلیم صاحب کا یہ کہنا کہ ''اس خواب کی سند صرف اتنی ہے کہ 'ایک شخص' نے خواب میں دیکھا'' غیر صحیح، بلکہ باطل ہے، کیونکہ یہ واقعہ کئی اسانید سے مروی ہے، اور حضرت شیخ الحدیثؒ (م ۱۴۰۲ھ) نے ،فضائل اعمال کے ماٰخذ ومصادر کی فہرست، اس کے شروع میں دے دی ہے، وہاں اگر موصوف دیکھ لیتے، تو شاید اعتراض نہ کرتے، خیر! حافظ المشرق، امام خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) فرماتے ہیں کہ

أخبرنا محمد بن الحسين بن أبي سليمان المعدل، أخبرنا أبو الفضل الزهري، حدثنا أحمد بن محمد الزعفراني.

وأخبرنا إبراهيم بن عمر البرمكي، أخبرنا عبيد الله بن عبد الرحمن الزهري قال:

حدثني أبو الحسن الزعفراني، حدثنا أبو العباس بن واصل المقرئ قال: سمعت محمد ابن عبد الرحمن الصيرفي

قال: رأى جار لنا يحيى بن أكثم بعد موته في منامه، فقال له: ما فعل بك ربك؟ قال: وقفت بن يديه فقال لي سوءة لك يا شيخ، فقلت: يا رب إن رسولك قال إنك لتستحي من أبناء الثمانين أن تعذبهم وأنا ابن ثمانين أسير الله في الأرض، فقال لي: صدق رسولي، قد عفوت عنك۔

أخبرنا القاضي أبو العلاء الواسطي، حدثنا أبو بكر محمد بن أحمد المفيد، حدثنا عمر بن سعيد بن سنان الطائي، حدثنا محمد بن سلم الخواص - الشيخ الصالح - قال:

رأيت يحيى بن أكثم القاضي في المنام فقلت له: ما فعل الله بك؟ فقال: أوقفني بين يديه وقال لي: يا شيخ السوء لولا شيبتك لأحرقتك بالنار، فأخذني ما يأخذ العبد بين يدي مولاه، فلما أفقت قال لي: يا شيخ السوء لولا شيبتك لأحرقتك بالنار، فأخذني ما يأخذ العبد بين يدي مولاه، فلما أفقت قال لي: يا شيخ السوء، فذكر الثالثة مثل الأوليين، فلما أفقت قلت: يا رب ما هكذا حدثت عنك، فقال الله تعالى: وما حدثت عني - وهو أعلم بذلك - قلت: حدثني عبد الرزاق بن همام، حدثنا معمر بن راشد، عن ابن شهاب الزهري، عن أنس بن مالك، عن نبيك صلى الله عليه وسلم عن جبريل عنك يا عظيم أنك قلت: ما شاب لي عبد في الإسلام شيبة إلا استحييت منه أن أعذبه بالنار. فقال الله: صدق عبد الرزاق وصدق معمر وصدق الزهري وصدق أنس وصدق نبيي وصدق جبرائيل، أنا قلت ذلك انطلقوا به إلى الجنة۔ (تاريخ بغداد: ج ۱۴: ص ۲۰۶)

غور فرمائیں! حافظ المشرقؒ (م ۴۶۳ھ) نے اس واقعہ کی "۲" سندیں ذکر کی ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہیں:

<u>پہلی سند:</u>

(۱) امام ابوبکر احمد بن ثابت البغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) ثقہ، امام، حافظ الحدیث ہیں۔ (**کتاب الثقات للقاسم: ج۱: ص۴۱۸**)

(۲) ابوالحسین ابن الحرانی، محمد بن الحسین بن ابی سلیمان الشاہد المعدلؒ (م ۴۳۸ھ) صدوق ہیں۔ (**تاریخ بغداد: ج۳: ص۵۲**) اور ان کے متابع میں صدوق فقیہ، ابراہیم بن عمر، ابواسحاق البرمکیؒ (م ۴۴۵ھ) بھی موجود ہیں۔ (**کتاب الثقات للقاسم: ج۲: ص۲۱۹**)

(۳) ابوالفضل الزہری، عبیداللہ بن عبدالرحمٰن بن محمدؒ (م ۳۸۱ھ) ثقہ بغدادی اور مسند کبیر ہیں۔ (**تاریخ الاسلام: ج۸: ص۵۲۳، الروض الباسم: ج۱: ص۶۶۰**)

(۴) ابوالحسن، احمد بن محمد بن یزید الزعفرانیؒ (م ۳۲۵ھ) بھی ثقہ بغدادی ہیں۔ (**تاریخ الاسلام: ج۷: ص۵۰۵**)

(۵) ابوالعباس، محمد بن احمد بن واصل المقری البغدادیؒ (م ۲۷۳ھ) صدوق ہیں۔ (**طبقات الحنابلۃ لابن ابی یعلی: ج۱: ص۲۶۳، تسهيل السابلة لمريد معرفة الحنابلة ويليه فائت التسهيل: ج۱: ص۱۷۶، ۳۰۶**)

(۶) محمد بن عبدالرحمٰن، ابوجعفر البغدادی الصیرفیؒ (م ۲۶۵ھ) ثقہ ہیں۔ (**کتاب الثقات للقاسم: ج۸: ص۴۳۰، تاریخ الاسلام: ج۶: ص۴۱۳**)

(۷) سند میں ان کے پڑوسی کا بھی ذکر ہے، جن کی جہالت یہاں مضر نہیں ہے، کیونکہ خطیبؒ نے دوسری سند ذکر کی ہے۔

دوسری سند:

(۱) امام ابوبکر احمد بن ثابت البغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) کی توثیق گزر چکی۔

(۲) ابو العلاء الواسطی، محمد بن علی بن احمد بن یعقوب المقریؒ (م ۴۳۱ھ) کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) کہتے ہیں کہ "الذي ظهر لي من سياق ترجمته من "تأريخ الخطيب" أنه وهم في أشياء بين الخطيب بعضها، وأما كونه اتهم ببعضها فليس هذا مذكورا في "تأريخ الخطيب" ولا غيره، وقد اعتمد الخطيب أبا العلاء في أشياء من "تأريخه"۔ (لسان المیزان: ج ۷: ص ۳۶۷، نیز دیکھئے التنکیل للمعلمی: ج ۲: ص ۶۹۹، المقترب في بيان المضطرب للشيخ احمد بن عمر الرحابی: ص ۳۳۹)

نیز ایک جگہ خطیبؒ (م ۴۶۳ھ) نے ان کی روایت کے بارے میں کہا: "ورجاله ثقات معروفون"۔ (تاریخ بغداد: ج ۴: ص ۳۷۹)

لہذا ابو العلاء الواسطیؒ (م ۴۳۱ھ) کم از کم صدوق، محدث ہیں۔ واللہ اعلم

(۳) محمد بن احمد، ابوبکر المفید الجرجرائیؒ (م ۳۷۸ھ) پر کلام مجہول رواۃ سے مناکیر نقل کرنے کی وجہ سے ہوا ہے، کمافی لسان المیزان۔ (ج ۶: ص ۵۱۰)،

ورنہ حافظ ابوبکر السیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) نے ان کو صدوق یا کم از کم متابع میں مقبول ثابت کیا ہے۔ (طبقات الحفاظ للسیوطی: ص ۳۹۰)

اور یہاں ان کے متابع میں ثقہ بغدادی اور مسند کبیر ابو الفضل الزہری، عبید اللہ بن عبد الرحمٰن بن محمدؒ (م ۳۸۱ھ) اور مشہور صدوق فقیہ، محدث، مفسر، زاہد، امام الہدی، ابو اللیث السمرقندیؒ (۳۷۵ھ) وغیرہ حضرات موجود ہیں۔ (تنبیہ الغافلین: ص ۹۲)

لہذا اس روایت میں ان پر کلام فضول ہے۔

(۴) عمر بن سعید بن احمد بن سعد بن سنان، ابوبکر الطائی المنبجیؒ صدوق، فقیہ، عابد ہیں۔ (ارشاد القاصی والدانی: ص ۴۷۴، نیز دیکھئے تاریخ الاسلام: ج ۷: ص ۱۸۸)

(۵) محمد بن سلم الخواصؒ کو خود عمر بن سعید بن سنان، ابوبکر الطائیؒ نے "الشیخ الصالح" قرار دیا ہے، جیسا کہ سند میں موجود ہے، لہذا یہ تعریف ان کے صدوق ہونے کے لئے کافی ہے۔

خلاصہ یہ کہ یحیی بن اکثمؒ (م ۲۴۲ھ) کے سلسلے میں دیکھا گیا یہ خواب ثابت ہے اور ڈاکٹر محمد سلیم صاحب کا اعتراض باطل و مردود ہے۔

نوٹ:

ظن غالب یہ ہے کہ حضرت شیخ الحدیثؒ (م ۱۴۰۲ھ) نے یہ واقعہ "تنبیہ الغافلین" سے لیا ہے۔ واللہ اعلم

کیا فضائل اعمال میں موضوع حدیث ہے؟ [قسط۱]

[حدیث: ''علیکم بلا إله إلا الله والاستغفار فأكثروا منهما ۔۔۔۔۔۔'' کی تحقیق]

-ابن نصیر الدین

اعتراض:

غیر مقلد، پروفیسر سید طالب الرحمن صاحب لکھتے ہیں:

اسی طرح فضائل کے باب میں تبلیغی نصاب ص۵۷۹ پر بیان کردہ حدیث علامہ البانی کے نزدیک موضوع ہے (الجامع الصغير رقم ۳۷۹۹) اس حدیث کی سند میں عبدالغفور الواسطی ہے۔ ابن حبان فرماتے ہیں: كان ممن يضع الحديث۔ یہ واضعین حدیث میں سے تھا۔ (**تبلیغی جماعت کا اسلام: ص۱۶۱**)

اس روایت کے متعلق، شیخ ابوعبدالرحمن محمد ناصر الدین الالبانیؒ (م۱۴۲۰ھ) کی تحقیق یہ ہے:

(عليكم بـ(لا إله إلا الله) والاستغفار، فأكثروا منه، فإن إبليس قال: أهلكتُ الناس فأهلكوني بـ(لا إله إلا الله) والاستغفار، فلما رأيت ذلك أهلكتهم بالأهواء، وهم يحسبون أنهم مهتدون).

موضوع. أخرجه أبو يعلى في (مسنده) (۱/۴۳-۴۴): حدثنا محرز بن عون: نا عثمان بن مطر: نا عبد الغفور عن أبي نصير عن أبي رجاء عن أبي بكر مرفوعا.

قلت: وأخرجه ابن أبي عاصم في (السنة) (رقم۷- بتحقيقي) ومن طريقه أبو القاسم الأصبهاني في (الحجة في بيان المحجة) (ق۳۵/۱) من طريق أخرى عن محرز بن عون به.

وهذا إسناد موضوع، آفته عبد الغفور هذا، وهو ابن عبد العزيز أبو الصباح الواسطي؛ كما في (الجرح والتعديل) (۳/۱/۵۵)،

وروي عن ابن معين أنه قال: (ليس حديثه بشيء). وعن أبيه قال: (ضعيف الحديث).

وقال ابن حبان في (الضعفاء) (۲/۱۴۸): (كان ممن يضع الحديث على الثقات). وعثمان بن مطر؛ قريب منه؛

قال ابن حبان (۲/۹۹): (كان ممن يروي الموضوعات عن الأثبات). وضعفه الجمهور

وقال ابن عدي: (متروك الحديث).

وبه وحده أعله الهيثمي، فقال (۱۰/۲۰۷): (رواه أبو يعلى، وفيه عثمان بن مطر، وهو ضعيف)!

وأما أبو نصير؛ فهكذا وقع في مصورتنا من (مسند أبي يعلى)، ووقع في (تفسير ابن كثير) (۴/۱۷۷) وقد عزاه إليه: (أبو بصيرة)، ووقع في (السنة) لابن أبي عاصم: (أبو بصير)، وفي (الحجة): (أبو نصير) بالصاد المهملة بعد النون،

ولعل هذا هو الصواب؛ فقد وجدت في (باب النون) من (المقتنى في الكنى) للذهبي: (أبو نصير الواسطي، عن أبي رجاء، وعنه سويد بن عبد العزيز وغيره)

ويؤيد ما ذكرته من الاحتمال أنه الراوي لهذا الحديث عن أبي نصير إنما هو عبد الغفور، واسطي كما تقدم، وأبو نصير رواه عن ابي رجاء، واسمه عمران بن ملحان العطاردي. لكن أبو نصير الواسطي لم أعرفه.

ثم تأكدت أنه ليس به، وأن كل ما تقدم ذكره من الكنى الأربعة أصابها تحريف النساخ، وأن الصواب فيها: (أبو نُصَيرة الواسطي).

فقد ترجمه الحافظ في كنى (التهذيب) وسماه مسلم بن عبيد تبعا للدولابي في (الكنى) (۲/۱۴۰)، وذكر الحافظ في شيوخه أبا رجاء العطاردي، وفي الرواة عنه أبا الصباح الواسطي، وهو عبد الغفور الراوي لهذا الحديث عنه كما رأيت، فهو هذا يقيناً. فالحمد لله الذي هدانا لهذا، وما كنا لنهتدي لولا أن هدانا الله.

ثم هو ثقة؛ كما قال الحافظ في (التقريب) تبعا للإمام أحمد وغيره.

وهذا يؤكد أن العلة من أبي الصباح هذا كما تقدم.

(تنبيه): هذا الحديث من جملة الأحاديث الكثيرة جدا، التي صححها الشيخ الصابوني ببالغ جهله في اختصاره لـ(تفسير ابن كثير)، بل وأوهم القراء أن ابن كثير نفسه قد صححه، وزاد على ذلك أن عزاه لأبي يعلى في تعليقه عليه، وإنما أخذه من ابن كثير بعد حذف إسناده الدال على وضعه! والله المستعان.

وإن مما يدلك على عجزه في تخريج الأحاديث وجهله بها وأنه لا يخرج في ذلك عن تخريج ابن كثير الذي ينسبه لنفسه: أنك تراه يبيِّض للأحاديث التي لم يخرجها ابن كثير ولم يعزها لأحد؛ كقول ابن كثير عقب حديث الترجمة:

(وفي الأثر المروي: قال إبليس: وعزتك وجلالك! لا أزال أغويهم ما دامت أرواحهم في أجسادهم. فقال الله عز وجل: وعزتي وجلالي! لا أزال أغفر لهم ما استغفروني).

قلت: فهذا الحديث أورده ابن كثير هكذا كما ترى دون عزو، بل ظاهر عبارته أنه من الإسرائيليات؛ لأنه قال فيه: (وفي الأثر...) بعد أن قال في حديث الترجمة وما قبله:

(وفي الحديث الآخر الذي رواه أبو يعلى...).

فقلده الشيخ علي الصابوني على ذلك كله، ولم يبين لقرائه هل هو حديث مرفوع إلى النبي صلى الله عليه وسلم أم موقوف، ولا ذكر من رواه، فضلا عن أن يميز صحته من ضعفه، بل قال: (وفي الأثر...).

والحق أنه حديث مرفوع إلى النبي صلى الله عليه وسلم، رواه الإمام أحمد وغيره من حديث أبي سعيد الخدري من طريقين عنه يقوي أحدهما الآخر، ولذلك؛ أوردته في (صحيح الجامع) (۱۶۴۶)، وخرّجته في (المشكاة) (۲۳۴۴) و

(الصحيحة) (۱۰۴)۔(سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة وأثرها السيئ في الأمة: ج ۱۲ ص ۱۱٦، رقم الحديث ۵۵٦۰)

الجواب وبالله التوفيق:

حافظ ابویعلی احمد بن علی الموصلیؒ (م ۳۰۷ھ) فرماتے ہیں:

حدثنا محرز بن عون، حدثنا عثمان بن مطر، حدثنا عبد الغفور، عن أبي نصيرة، عن أبي رجاء، عن أبي بكر، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: عليكم بلا إله إلا الله والاستغفار فأكثروا منهما، فإن إبليس قال: أهلكت الناس بالذنوب، فأهلكوني بلا إله إلا الله والاستغفار، فلما رأيت ذلك أهلكتهم بالأهواء وهم يحسبون أنهم مهتدون۔

سیدنا حضرت ابوبکر الصدیقؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لا الہ الا اللہ اور استغفار کثرت سے پڑھا کرو کیونکہ شیطان کہتا ہے کہ: میں نے لوگوں کو گناہوں کے ذریعہ ہلاک کیا اور لوگوں نے مجھے لا الہ الا اللہ اور استغفار کے ذریعہ ہلاک کیا، جب میں نے یہ حال دیکھا (کہ اسکا کچھ فائدہ نہ ہوا) تو میں نے ان کو خواہشاتِ نفسانی (بدعات) سے ہلاک کر دیا حالانکہ وہ اپنے آپ کو ہدایت پر سمجھتے رہے۔(مسند أبي يعلى: ج ۱ ص ۱۲۳، حديث نمبر ۱۳٦)

تحقیقِ رواۃ:

۱۔ حافظ ابویعلی احمد بن علی الموصلیؒ (م ۳۰۷ھ) حافظ، صاحب مسند اور ثقہ ہیں۔(**تاریخ الاسلام: ج ۷ ص ۱۱۲**)

۲۔ محرز بن عون البغدادیؒ (م ۲۳۱ھ) صحیح مسلم کے راوی اور صدوق ہیں۔(تقريب: رقم ٦۵۰۳)

۳۔ عثمان بن مطر الشیبانیؒ سنن ابن ماجہ کے راوی اور ضعیف ہیں۔(تقريب: رقم ۴۵۱۹)

لیکن ابوالحسن احمد بن عبداللہ بن صالح العجلیؒ (م ۲٦۱ھ) ان کے متعلق فرماتے ہیں: **لا بأس به**۔(**اكمال تهذيب الكمال: ج ۹ ص ۱۸۸**)

۴۔ عبد الغفور الواسطیؒ ائمہ جرح وتعدیل کے نزدیک متکلم فیہ راوی ہیں۔[۱]

---

(۱) عبد الغفور الواسطیؒ کے متعلق امام ابن حبانؒ (م ۳۵۴ھ) نے اتہام بالوضع کا حکم لگایا چنانچہ انہوں نے فرمایا: "**كان ممن يضع الحديث**" (**میزان الاعتدال: ج ۲ ص ٦۴۱**) یوں ظاہر ہوتا ہے کہ ابنِ حبان کی اس جرح کی بناء پر شیخ الالبانیؒ نے اس روایت پر وضع کا حکم لگایا لیکن یہ بات انتہائی محلِ نظر ہے اسلئے کہ

- امام ابن حبانؒ اس طرح کی جرح میں منفرد ہیں، انکے علاوہ کسی سے ہم کو یہ بات نہیں ملتی جیسا کہ ائمہ کے اقوال تھذیب التھذیب میں موجود ہیں۔

- ساتھ ہی ساتھ امام ابن حبانؒ (م ۳۵۴ھ) جرح میں متشدد ہیں جیسا کہ اہل علم نے صراحت کی ہے لہذا ان کی اتہام بالوضع کی جرح مقبول نہیں۔

۵۔ ابونصیرۃ مسلم بن عبید الواسطیؒ سنن ابی داود اور سنن ترمذی کے راوی اور ثقہ ہیں۔(تقریب: رقم ۶۶۱۴)

۶۔ ابورجاء عمران بن ملحان العطاردی البصریؒ (م ۱۰۵ھ) کتبِ ستہ کے راوی اور ثقہ ہیں۔(تقریب: رقم ۵۱۷۱)

۷۔ حضرت ابوبکر الصدیقؓ (م ۱۳ھ) صحابی اور خلیفہ رسول ﷺ ہیں۔(تقریب: رقم ۳۴۶۷)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اس روایت کے تمام روات ثقہ اور صدوق ہیں، البتہ عثمان بن مطر الشیبانیؒ اور عبد الغفور الواسطیؒ کی ائمہ محدثین نے تضعیف کی ہے جس کی بناء پر ائمہ محدثین میں سے امام بوصیری (م ۸۴۰ھ) اور امام سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) نے اس حدیث پر ضعف کا حکم لگایا۔ تو ہم نہیں جانتے کہ شیخ الالبانیؒ (م ۱۴۲۰ھ) نے کس بنیاد پر اس حدیث کی سند ہی کو موضوع کہا جبکہ اس حدیث کے تو کئی معنوی شواہد موجود ہیں، چنانچہ غور کیا جائے تو اس حدیث کا مضمون ''۳'' باتوں پر مشتمل ہے:

[I] اکثار من الاستغفار۔

[II] اکثار من قول لا الہ الا اللہ۔

[III] وعد الشیطان باغواء ابن آدم۔

اب ان باتوں کی مقبول احادیث سے شواہد پیش خدمت ہیں:

(۱) **''اکثار من الاستغفار'' کے شواہد:**

- امام محمد بن یزید بن ماجہ، ابوعبداللہ القزوینیؒ (م ۲۷۳ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثنا هشام بن عمار قال: حدثنا الوليد بن مسلم قال: حدثنا الحكم بن مصعب، عن محمد بن علي بن عبد الله بن عباس، أنه حدثه عن عبد الله بن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من لزم الاستغفار [وفي رواية من اكثر

- یہی وجہ ہے کہ ائمہ محدثین میں سے کسی نے اس پر وضع کا حکم نہیں لگایا، چنانچہ امام بوصیریؒ (م ۸۴۰ھ) اور امام سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) نے اس روایت پر ''ضعف'' ہی کا حکم لگایا ہے۔(اتحاف الخیرۃ المھرۃ: ج۷ص ۲۲۴، جمع الجوامع: ج۵: ص ۱۰۷)، اس کے علاوہ حافظ ابن حجرؒ (م ۸۵۲ھ) نے عبد الغفور الواسطیؒ کی اس روایت کو شاہد کے طور پر لاتے ہوئے فرمایا:

''وله شاهد أيضا عند أبي يعلى في الكبير من حديث أبي بكر الصديق رضي الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أكثروا من لا إله إلا الله والاستغفار فإن إبليس قال يا رب أهلكتهم بالذنوب فأهلكوني بلا إله إلا الله والاستغفار''۔(الامالی المطلقۃ: ص۱۳۷)

اور شیخ قاسم بن صالح القاسم نے اسکی ''سند'' کو ''ضعیف جداً'' قرار دیا۔(**المطالب العالیۃ: ج ۱۳: ص ۵۷۹، طبع دار العاصمۃ**)

خلاصہ یہ کہ شیخ الالبانیؒ (م ۱۴۲۰ھ) کے علاوہ ائمہ میں سے ہم کسی کو نہیں جانتے جنہوں نے ابنِ حبانؒ (م ۳۵۴ھ) کی اس جرح کو معتبر مان کر اس حدیث پر وضع کا حکم لگایا ہو بلکہ تعجب ہوتا ہے کہ شیخ الالبانیؒ (م ۱۴۲۰ھ) نے علم ہونے کے باوجود ابنِ حبانؒ کی اس جرح کا اعتبار کرتے ہوئے حدیث ہی پر وضع کا حکم کیسے لگا دیا۔

الاستغفار] جعل الله له من كل هم فرجا، و من كل ضيق مخرجا، و رزقه من حيث لا يحتسب۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص بکثرت استغفار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے ہر غم سے چھٹکارا اور ہر تنگی سے کشادگی عنایت فرماتے ہیں اور اسے ایسی راہوں سے رزق عطا فرماتے ہیں، جس کا اس کے وہم وگمان میں گزر تک نہیں ہوتا۔ (سنن ابن ماجه: رقم الحديث ۳۸۱۹، و اللفظ له، المستدرک على الصحيحين للحاكم: رقم الحديث ۷۶۷۷)

امام ابوعبداللہ الحاکمؒ (م ۴۰۵ھ) نے "صحیح" اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے "حسن غریب" قرار دیا ہے۔ (الامالی المطلقة: ص ۲۵۱) [۱]

* امام ابوعبداللہ، محمد بن اسماعیل البخاریؒ (م ۲۵۶ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثنا أبو اليمان، أخبرنا شعيب، عن الزهري، قال: أخبرني أبو سلمة بن عبد الرحمن، قال: قال أبو هريرة: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: والله إني لأستغفر الله وأتوب إليه في اليوم أكثر من سبعين مرة۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: بخدا میں ایک دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ اللہ عز وجل سے توبہ واستغفار کرتا ہوں۔ (صحيح البخاري: رقم الحديث ۶۳۰۷)

* امام ابن شاہینؒ (م ۳۸۵ھ) کہتے ہیں کہ

حدثنا إسماعيل بن محمد الصفار، ثنا خلف بن محمد الواسطي، ثنا يحيى بن إسحاق، ثنا الحارث بن عبيد، عن الحجاج بن الفرافصة، عن أنس بن مالك، قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: استغفروا. فاستغفرنا، فقال لنا: أكملوا سبعين مرة. فقال: من استغفر سبعين مرة غفر له سبعمائة ذنب۔

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: استغفار کرو! تو ہم نے استغفار کیا، پھر آپ ﷺ نے ہم سے فرمایا: ستر مرتبہ (۷۰) کرو، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص ستر (۷۰) مرتبہ استغفار کرتا ہے اس کے سات سو (۷۰۰) گناہ بخش دئے جاتے ہیں۔ (الترغيب في فضائل الاعمال و ثواب ذلک لابن شاهين: رقم الحديث ۱۸۵)

اس روایت کی سند حسن ہے۔

(۲) اکثار من قول لا الہ الا اللہ کے شواہد:

- امام ابویعلی الموصلیؒ (م ۳۰۷ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثنا سويد بن سعيد، حدثنا ضمام، عن موسى بن وردان، عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

---

(۱) اس سند میں موجود، الحکم بن مصعبؒ، امام ابوعبداللہ الحاکمؒ (م ۴۰۵ھ) اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) کے نزدیک صدوق ہیں۔ (المستدرک للحاکم: حدیث نمبر ۷۶۷۷، ج۱: ص ۴۲، الامالی المطلقة: ص ۲۵۲)

أكثروا من شهادة أن لا إله إلا الله قبل أن يحال بينكم وبينه۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بکثرت لا الہ الا اللہ کی گواہی دو قبل اس کے کہ تمہارے اور اس کے درمیان (موت کے ذریعہ) آڑ بن جائے۔ (مسند ابی یعلی الموصلی: رقم الحدیث ۶۱۴۷، جزء البطاقة للکنانی: رقم الحدیث ۷، الدعاء للطبرانی: رقم الحدیث ۱۴۱۳)

اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م۸۵۲ھ) نے اس سند کو جید کہا۔ (مختصر الترغیب والترھیب: رقم الحدیث ۱۲۳۳)

اور حافظ نور الدین الہیثمیؒ (م۸۰۷ھ) نے کہا: ورجاله رجال الصحيح غير ضمام بن إسماعيل، وهو ثقة۔ (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: رقم الحدیث ۱۶۸۰۰)

- امام ابو عبد اللہ الحاکم الصغیرؒ (م۴۰۵ھ) فرماتے ہیں کہ

أخبرنا عبد الرحمن بن حمدان الجلاب، بهمدان، ثنا محمد بن الجهم بن هارون النمري، ثنا أبو داود، ثنا صدقة بن موسى، ثنا محمد بن واسع، عن سمير بن نهار، عن أبي هريرة، رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: جددوا إيمانكم. قيل: يا رسول الله، وكيف نجدد إيماننا؟ قال: أكثروا من قول لا إله إلا الله۔ هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اپنے ایمان کو تازہ کرتے رہو، عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول ﷺ، ہم اپنے ایمان کو کس طرح تازہ کریں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: بکثرت لا الہ الا اللہ پڑھا کرو۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے حالانکہ شیخینؒ نے اس کی تخریج نہیں فرمائی۔ (المستدرک للحاکم: رقم الحدیث ۷۶۵۷)

یہ حدیث حسن لغیرہ ہے۔[۱]

(۳) وعد الشیطان باغواء ابن آدم:

---

(۱) قلت: انکر علیه الذهبی کما فی التلخیص ولکن جاء من وجه آخر: قال مسافر بن محمد بن حاجی الدمشقی أخبرنا إمام الثقة العلامة عمر بن عبد العزيز بن أبي بكر الحيري، حدث غيري إملاء وأنا أكتب في جامع تستر، أنا الحافظ أبو موسى محمد بن أبي بكر بن أبي عيسى الأصفهاني، أنا الحافظ إسماعيل بن محمد الأصفهاني، أنا الأديب أبو مطيع محمد بن عبد الواحد المصري، أنا أبو بكر محمد بن أبي نصر الحسن بن محمد بن سليمان، إذنا وإجازة، أنا الإمام أبو محمد عبد الله بن محمد بن جعفر بن حيان يعرف بأبي الشيخ ثنا عبد الله بن حيان، أنا إسحاق بن أحمد القاضي، ثنا أبو زرعة، ثنا أحمد بن أيوب، عن بكر بن أبي عمران، ثنا أبي، عن عبد الله بن الصامت، عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يا أبا هريرة جدد الإسلام۔۔

- امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثنا أبو سلمة، أخبرنا ليث، عن يزيد بن الهاد، عن عمرو، عن أبي سعيد الخدري، قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إن إبليس قال لربه: بعزتك وجلالك لا أبرح أغوي بني آدم ما دامت الأرواح فيهم، فقال له الله: فبعزتي وجلالي لا أبرح أغفر لهم ما استغفروني۔

حضرت ابوسعید الخدریؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: شیطان نے خدا تعالی سے کہا: آپکی عزت اور جلال کی قسم! میں برابر آدم کی اولاد کو بھٹکاتا رہونگا جب تک کہ ان کے اندر روح باقی رہے، تو اللہ عزوجل نے اس سے فرمایا: میری عزت اور میری جلال کی قسم میں برابر انکی بخشش کرتا رہونگا جب تک کہ وہ مجھ سے استغفار کرتے رہیں۔ (**مسند الامام احمد: رقم الحدیث ۱۱۲۴۴**)

حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے کہا: "**ھذا حدیث حسن**"۔ (**الامالی المطلقۃ: رقم الحدیث ۱۱۲**)

خلاصہ:

مسند ابی یعلی الموصلی کی زیرِ بحث روایت سنداً ضعیف ہے نہ کہ موضوع اسلئے کہ

* عبد الغفور الواسطی پر وضع کی جرح قابلِ قبول نہیں۔
* اس روایت کے معنوی شواہد حسن اور صحیح روایات میں موجود ہیں جو اس روایت کے متن کی تائید کرتی ہیں۔

لہذا اس روایت پر وضع کا حکم نہ سنداً درست ہے اور نہ متناً، لہذا اس حدیث کو فضائلِ ذکر میں بیان کرنا بالکل بجا اور صواب ہے۔

واللہ جل وعلا اعلم۔

قلت: يا رسول الله وكيف أجدد الإسلام. قال: تكثر من شهادة أن لا إله إلا الله۔ (مخطوطة كتاب الأربعين في فضائل ذكر رب العالمين: رقم الحديث ۱۹)، وفي اسناده بكر بن ابی عمران وهو تحريف والصواب عوبد بن ابی عمران وهو ابن ابی عمران الجونی وهو ضعيف لكن مجموعهما يبلغ رتبة الحسن لغيره۔ والله اعلم

کیا فضائل اعمال میں موضوع حدیث ہے؟؟ [قسط "۲"]

[حدیث: "ادخلوا الحبیب إلی حبیبه فإن الحبیب إلی الحبیب مشتاق۔۔۔۔۔۔" کی تحقیق]

-ابن نصیر الدین

اعتراض:

غیر مقلد، پروفیسر سید طالب الرحمن صاحب لکھتے ہیں:

زکریا صاحب، شیخ الحدیث کہلوانے کے باوجود عجیب قسم کی روایات نقل کرکے روایت پر عجیب حکم لگاتے ہیں- ملاحظہ فرمایئے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ

جب میرے والد حضرت ابوبکر صدیقؓ بیمار ہوئے، تو یہ وصیت فرمائی کہ میرے انتقال کے بعد میری نعش روضہ اقدس میں لے جاکر عرض کردینا کہ یہ ابوبکر ہے، آپ کے قریب دفن ہونے کی تمنا رکھتا ہے، اگر وہاں سے اجازت ہوجائے، تو مجھے وہاں دفن کردینا اور اجازت نہ ہو۔تو بقیع میں دفن کردینا۔ چنانچہ آپ کے وصال کے بعد وصیت کے موافق جنازہ وہاں لے جاکر قبر شریف کے قریب یہی عرض کردیا گیا وہاں سے ایک آواز ہمیں آئی آدمی کہنے والا کوئی نظر نہیں آتا تھا کہ اعزاز واکرام کے ساتھ اندر لے آؤ۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدوقؓ کے وصال کا وقت قریب ہوا، تو مجھے اپنے سرہانے بٹھا کر فرمایا کہ جن ہاتھوں سے تم نے حضور اقدس ﷺ کو غسل دیا تھا۔ انہی ہاتھوں سے مجھے غسل دینا اور خوشبو لگانا اور مجھے اس حجرے کے قریب لے جاکر جہاں حضور ﷺ کی قبر ہے، اجازت مانگ لینا، اگر اجازت مانگنے پر حجرہ کا دروازہ کھل جائے، تو مجھے وہاں دفن کردینا، ورنہ مسلمانوں کے عام قبرستان (بقیع) میں دفن کردینا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جنازہ کی تیاری کے بعد سب سے پہلے میں آگے بڑھا اور میں نے جاکر عرض کیا: یارسول اللہ یہ ابوبکرؓ یہاں دفن ہونے کی اجازت مانگتے ہیں، تو میں نے دیکھا کہ ایک دم حجرے کے کواڑ کھل گئے اور ایک آواز آئی کہ دوست کو دوست کے پاس پہنچادو۔ (اب زکریا صاحب کا اس روایت پر تبصرہ سنیئے، علامہ سیوطی نے خصائص کبریٰ میں ان دونوں کو ذکر کیا ہے، محدثانہ حیثیت سے اس روایت کو منکر بتایا ہے، لیکن تاریخی حیثیت تو باقی ہے ہی)۔

یہ اصول حدیث کا کونسا اصول ہے کہ روایت تو منکر مگر تاریخی حیثیت باقی جو روایت پایہ ثبوت کو پہنچتی ہی نہیں اور روایت قرآن و حدیث کے خلاف بھی ہو، اس کی تاریخی حیثیت باقی ہو، عجیب تماشہ ہے یہ۔ (**تبلیغی جماعت کا اسلام: ص ۱۶۵**)[۱]

---

(۱) عبدالرحمٰن مبارک پوریؒ (م ۱۳۵۳ھ) کہتے ہیں کہ

میں کہتا ہوں اس بارے میں یہ بات پوشیدہ نہیں کہ بلاشبہ کثرت طرق سے حدیث حسن بن جاتی ہے، بشرطیکہ اس میں جو ضعف موجود ہے وہ بہت معمولی ہو لیکن اگر ضعف شدید ہو یعنی اس کا کوئی طریق کذاب یا متہم راوی سے خالی نہ ہو، تو تعدد طرق کا لحاظ نہیں کیا جاتا۔ (**مقدمہ تحفۃ الاحوذی: ص ۱۵۲**، بحوالہ دین الحق: ج ۱: ص ۵۵)، یہی بات حضرت شیخ الحدیثؒ (م ۱۴۰۲ھ) نے کہی ہے کہ تاریخی حیثیت باقی ہے، یعنی یہ روایت تو منکر ہے

الجواب:

حافظ ابوبکر السیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) ''الخصائص الکبریٰ'' میں فرماتے ہیں کہ

وأخرج الخطيب في رواة مالك عن عائشة قالت لما مرض أبي أوصى أن يؤتى به إلى قبر النبي صلى الله عليه وسلم ويستأذن له ويقال هذا أبو بكر يدفن عندك يا رسول الله فإن أذن لكم فادفنوني وإن لم يؤذن لكم فاذهبوا بي إلى البقيع فأتي به إلى الباب فقيل هذا أبو بكر قد اشتهى أن يدفن عند رسول الله صلى الله عليه وسلم وقد أوصانا فإن آذن لنا دخلنا وإن لم يؤذن لنا انصرفنا فنودينا أن أدخلوا وكرامة وسمعنا كلاما ولم نر أحدا قال الخطيب غريب جدا۔

وأخرج ابن عساكر عن علي بن أبي طالب قال لما حضرت أبا بكر الوفاة أقعدني عند رأسه وقال لي يا علي إذا أنا مت فغسلني بالكف الذي غسلت به رسول الله صلى الله عليه وسلم وحنطوني واذهبوا بي إلى البيت الذي فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم فاستأذنوا فإن رأيتم الباب قد فتح فادخلوا بي وإلا فردوني إلى مقابر المسلمين حتى يحكم الله بين عباده قال فغسل وكفن وكنت أول من بادر إلى الباب فقلت يا رسول الله هذا أبو بكر يستأذن فرأيت الباب قد فتح فسمعت قائلا يقول ادخلوا الحبيب إلى حبيبه فإن الحبيب إلى الحبيب مشتاق۔

وقال ابن عساكر هذا حديث منكر وفي إسناده أبو الطاهر موسى بن محمد بن عطاء المقدسي كذاب عن عبد الجليل المري وهو مجهول۔ (الخصائص الکبریٰ: ج ۲: ص ۴۹۲)

حضرت عائشہؓ کی روایت کی سند نہیں ملی، کیونکہ کتاب رواۃ مالک للخطیب مفقود ہے- فیما اعلم- [۱]

حضرت علی بن ابی طالبؓ کی روایت **تاریخ دمشق لابن عساکر: ج ۳۰: ص ۴۳۶** میں موجود ہے، اس کی سند میں موجود ابوطاہر، موسیٰ بن محمد بن عطاء المقدسی پر کذب اور وضع حدیث کا الزام ہے اور عبدالجلیل المری مجہول ہے۔

اور منکر کہنے کی وجہ خود حافظ ابن عساکرؒ (م ۵۷۱ھ) نے واضح فرمائی ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ

''والمحفوظ أن الذي غسل أبا بكر امرأته أسماء بنت عميس''

محفوظ روایت میں ملتا ہے کہ حضرت ابوبکر الصدیقؓ کو غسل دینے والی انکی اہلیہ اسماء بنت عمیسؓ تھیں۔ (**تاریخ دمشق لابن عساکر: ج ۳۰: ص ۴۳۷**)

یعنی چونکہ حضرت علیؓ کی روایت میں ذکر ہے کہ انہوں [یعنی علیؓ] نے ابوبکرؓ کو غسل دیا تھا، اس وجہ سے حافظ ابن عساکرؒ (م ۵۷۱ھ) نے اس روایت کو منکر کہہ دیا۔ مگر حضرت شیخ الحدیثؒ (م ۱۴۰۲ھ) نے جو اس روایت کی متابع میں پیش کرنے کی حیثیت بتائی

مگر یہ شواہد ومتابع میں پیش کرنے کی حیثیت باقی ہے۔ واللہ اعلم

(۱) بہت ممکن ہے کہ حضرت شیخ الحدیثؒ (م ۱۴۰۲ھ) کے سامنے رواۃ مالک للخطیب کی سند موجود تھی، تب ہی تو انہوں نے اس روایت کی متابع میں پیش کرنے کی حیثیت پر کلام کیا تھا۔ واللہ اعلم

ہے، وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی آپ ﷺ کے جوار میں تدفین کی خواہش و اجازت کے مسئلے میں ہے۔ کیونکہ یہی مضمون حضرت عائشہؓ کی روایت میں بھی ہے۔ کما مر۔ اور فضائل اعمال کا سیاق و سباق بھی اسی پر دلالت کرتا ہے، دیکھئے **فضائل اعمال: ج ۲: فضائل حج: ص ۷۹۸، ۷۸۴، نسخہ دینیات۔**

نیز حضرت ابوبکر صدیقؓ کی آپ ﷺ کے جوار میں تدفین کی خواہش و اجازت کے مسئلے میں ایک اور روایت پیش خدمت ہیں:

- حافظ ابوالعباس، جعفر بن محمد المستغفریؒ (م ۴۳۲ھ) فرماتے ہیں کہ

أخبرنا أحمد بن إبراهيم الأفشواني: نا أبو بكر محمد بن يوسف الغجدواني: نا أبو بكر أحمد بن محمد بن سعيد بن حازم المروزي بالبصرة: نا محمد بن أبي سهل: نا الحسن بن الحسين: نا عمر بن محمد بن المنكدر، عن أبيه، عن جابر بن عبد الله، قال: أمر أبو بكر رضي الله عنه: إذا أنا مت، فجيئوا بي إلى الباب، يعني: باب البيت الذي فيه قبر رسول الله صلى الله عليه وسلم، فادفعوه، فإن فتح لكم، فادفنوني، قال جابر: فانطلقنا، فدققنا الباب، وقلنا: إن هذا أبو بكر قد اشتهى أن يدفن عند النبي صلى الله عليه وسلم، ففتح الباب، ولا ندري من فتح لنا، وقال لنا: ادخلوا ادفنوه وكرامة، ولا نرى شخصاً، ولا نرى شيئاً۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے وصیت فرمائی: جب میری وفات ہو جائے تو میری نعش کو آپ ﷺ کے روضہ اطہر کے دروازے کے پاس لے جاؤ اور اس دروازہ کو کھٹکھٹاؤ، اگر وہ کھل جائے تو مجھے وہاں دفن کر دو، حضرت جابرؓ نے فرمایا: پھر ہم چلے اور دروازہ کو کھٹکھٹایا اور ہم نے عرض کیا: یہ حضرت ابوبکرؓ ہیں جو نبی پاک ﷺ کے جوار میں مدفون ہونے کی خواہش رکھتے ہیں، تو دروازہ کھل گیا، اب ہم نہیں جانتے کہ کس نے دروازہ کھولا، اور (ایک آواز نے) ہم سے کہا: ان کو عزت و شرف کیساتھ لا کر دفن کرواور ہم نے کسی کو نہ دیکھا۔ **(دلائل النبوۃ للمستغفری: ج ۲: ص ۵۹۴)**

<u>سند کی تحقیق:</u>

(۱) حافظ ابوالعباس، جعفر بن محمد المستغفری النسفیؒ (م ۴۳۲ھ) صدوق، امام، محدث اور حافظ الحدیث ہیں۔ **(سیر: ج ۱۷: ص ۵۶۴، تاریخ الاسلام: ج ۹: ص ۵۱۶)**

(۲) ابونصر، احمد بن ابراہیم بن عبداللہ الافشوانیؒ (م بعد ۴۱۰ھ) بخاری کے محدث ہیں۔ **(الانساب للسمعانی: ج ۱: ص ۳۲۷، تبصیر المنتبہ: ج ۲: ص ۶۱۱، الاکمال لابن ماکولا: ج ۴: ص ۹۸، ج ۷: ص ۲۸۱)**

لہذا وہ بھی صدوق ہیں۔

(۳) ابوبکر محمد بن یوسف بن حاتم بن نصر بن سمعان الغجدوانیؒ سے ایک جماعت نے روایت لی ہے۔

چنانچہ ابونصر، احمد بن ابراہیم بن عبداللہ الافشوانیؒ (م بعد ۴۱۰ھ)، یوسف بن محمد بن یوسف الغجدوانیؒ، ابواسحاق، احمد بن ابراہیم الثعلبیؒ (م ۴۲۷ھ)، ابونصر، احمد بن یوسف بن محمد بن یوسف الغجدوانیؒ وغیرہ نے روایت لی ہے۔ **(الانساب للسمعانی: ج ۱۰: ص ۱۸، تفسیر**

الثعلبی: ج ۲۴: ص ۳۲۲)

اوران پر کوئی جرح ثابت نہیں ہے،تو وہ بھی صدوق ہیں۔(مجلہ الاجماع: ش ۱۶: ص ۳۲)

(۴) ابوبکر احمد بن محمد بن سعید بن حازم المروزیؒ ثقہ ہیں۔(تاریخ بغداد: ج ۵: ص ۲۱۶)

(۵) ابوعبداللہ، محمد بن ابی سہل شیرزادؒ (م ۲۸۵ھ) کی حدیث کی تخریج، حافظ ابونعیم الاصبہانیؒ (م ۴۳۰ھ) نے اپنی کتاب ''المسند المستخرج علی صحیح الإمام مسلم'' میں کی ہے۔(ج ۳: ص ۱۹۸، حدیث نمبر ۲۵۳۵، نیز دیکھئے تاریخ الاسلام: ج ۶: ص ۸۰۵)[1]

لہذا وہ حافظ ابونعیمؒ (م ۴۳۰ھ) کے نزدیک کم از کم صدوق ہیں۔واللہ اعلم

(۶) الحسن بن الحسین سے مراد- فیما اعلم- الحسن بن الحسین العرنی ہیں، کیونکہ ابوعبداللہ، محمد بن ابی سہل شیرزادؒ (م ۲۸۵ھ) کے شیوخ کے طبقہ میں یہی آتے ہیں اور الحسن بن الحسین العرنی ضعیف ہیں۔(لسان المیزان: ج ۳: ص ۳۳)

اور شیخ الالبانیؒ (م ۱۴۲۰ھ) نے ان کی روایت کو متابع وشواہد کی صورت میں حسن کہا ہے۔(غایۃ المرام فی تخریج احادیث الحلال و الحرام: ص ۱۸۹، حدیث نمبر ۳۰۹)

معلوم ہوا کہ الحسن بن الحسین العرنی ضعیف ہیں، لیکن متابع میں مقبول ہیں۔

(۷) عمر بن محمد بن المنکدر القرشی المدنیؒ صحیح مسلم وسنن ابوداود ونسائی کے راوی اور ثقہ ہیں۔(تقریب: رقم ۴۹۶۸)[2]

(۸) محمد بن المنکدر القرشی المدنیؒ (م ۱۳۰ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، امام ہیں۔(تقریب، الکاشف)

(۹) جابر بن عبداللہ المدنیؓ (م بعد ۷۰ھ) مشہور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اس روایت کے تمام رواۃ ثقہ یا صدوق ہیں، البتہ الحسن بن الحسین العرنی ضعیف ہیں، لیکن وہ بھی

---

(۱) دلائل النبوۃ للمستغفری کے مطبوعہ نسخہ کے محقق احمد بن فارس السلوم صاحب نے محمد بن ابی سہل کے تعین میں ابوعبداللہ، محمد بن ابی سہل شیرزادؒ (م ۲۸۵ھ) کے علاوہ اور بھی رواۃ کے نام ذکر کئے ہیں، (ج ۲: ص ۵۹۵) لیکن اس روایت میں محمد بن ابی سہل کے شاگرد ثقہ راوی ابوبکر احمد بن محمد بن سعید بن حازم المروزیؒ کے شیوخ کے طبقہ میں سوائے محمد بن شیرزادؒ (م ۲۸۵ھ) کے اور کوئی نہیں آتا۔اس لئے یہاں پر محمد بن ابی سہل کا تعین ابوعبداللہ، محمد بن ابی سہل شیرزادؒ (م ۲۸۵ھ) سے کیا گیا ہے۔واللہ اعلم

(۲) مطبوعہ نسخہ میں ''عمر بن محمد نا محمد بن محمد بن منکدر عن ابیہ'' لکھا ہے، جو کہ تصحیف معلوم ہوتی ہے، جس کی وضاحت خود، اس کے محقق احمد بن فارس السلوم نے کہا ہے۔(دلائل النبوۃ للمستغفری: ج ۲: ص ۵۹۵، ت السلوم)، لہذا صحیح ''عمر بن محمد بن منکدر عن ابیہ'' ہے۔

<u>**نوٹ:**</u>

دلائل النبوۃ للمستغفری کے مطبوعہ نسخہ کے محقق احمد بن فارس السلوم صاحب نے احتمالاً کہا کہ یہ سند میں موجود عمر بن محمد سے مراد، محمد بن منکدر کے شاگرد عمر بن محمد بن صہبان بھی ہوسکتے ہے۔لیکن آگے ''عن ابیہ'' کا جملہ بتا رہا ہے کہ یہاں عمر بن محمد بن منکدر ہی ہونا چاہئے۔

متابع میں مقبول ہیں-کمامر-،یعنی یہ سند لین ہے۔واللہ اعلم

الغرض دلائل النبوۃ للمستغفری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جوار میں تدفین کی خواہش تھی اوراس کی اجازت بھی ملی تھی۔لہذا احدیث کے اس مضمون کو بھی موضوع کہنا قابل غور ہے۔واللہ اعلم